ثقافتِ اسلام

جناب مولانا غفران الدین محکمہ قضا ریاست سوات ــــ (سید شریف)۔

ہمارا موضوع دو جزء ثقافت اور اسلام سے مرکب ہے۔

ثقافت کے لغوی معنے استواری، چستی اور زیرکی کے تبلائے گئے ہیں۔ اصلاح میں ثقافت اس استعداد اور ذہنی برتری کا نام ہے۔ جس کے ذریعہ قوم وملت کا بناؤ کیا جاسکے۔ بالفاظ دیگر ثقافت انسان کی اس قوت کا نام ہے جس کی بنا پر وہ ترقی کے مدارج طے کرنے پر قادر ہوسکتا ہے۔ اس قوت کے ذریعہ معاشرے کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اس کے ذریعہ جو امور عملی سطح پر نمایاں ہوں گے وہ قوم اور ملک کی استواری اور درستگی کا باعث بنیں گے۔

اسلام کے معنے گردن نہادن، خضوع اور انقیاد کے ہیں۔ اصلاح میں اللہ پاک کے حضور میں اس اطاعت، خضوع اور فرمانبرداری کا نام ہے جس میں احکام کے قبول کے ساتھ ساتھ یقین بھی ہو جو تصدیق ایمانی ہے اور ایسی خضوع کا تحقق اوامر ونواہی کے قبول کو مستلزم ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے۔ انّ الدین عند اللہ الاسلام۔ (بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے)

اب ہم اصل "ثقافتِ اسلام" کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایسی استعداد اور قوتِ فکری جس میں اسلام کی استواری اور درستی مضمر ہو اور جس کے ذریعہ مسلمانوں میں صحیح انقیاد، خضوع اور قبولِ احکام کا جذبہ پیدا ہو۔ اور ہر مسلمان اسلامی معاشرے میں روحانی اور جسمانی لحاظ سے ایک عمدہ شہری کا کردار ادا کرسکے۔ ہمارے لئے ایسی قوت وفکر کا سرچشمہ کتاب اللہ اسوہ رسول اللہ اور خلفائے راشدین کا طرز وطریقہ ہے جس فکر ونظر کا ماخذ یہ سرچشمہ ہو۔ وہ ذہن اسلامی نظر وفکر سے معمور ہو جاتا ہے۔ وہ اسلامی معاشرے میں اللہ پاک کے احکام کی پابندی کے سوا تمام دنیا کو آزادی کا پیغام دیتا ہے۔ اور علم کو مشعلِ راہ بنا کر عمل صالح کا مجسمہ بنتا ہے۔ اور خیر الناس من ینفع الناس کا صحیح مصداق

نظر آنے لگتا ہے۔ اس کا ہر عمل اصلاح پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ فکر و نظر ایک کامیاب اور کامران انقلاب لاتی ہے۔ اور مسلم معاشرہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے: لقد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔ یعنی تمہیں اللہ پاک کی جانب سے ایک نور یعنی واضح کتاب آئی ہے جس کے ذریعے اللہ پاک اپنے بندوں کو سلامتی کے راستے بتلاتا ہے ——— اور رسول کو اس لئے مبعوث کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالا جاوے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یعنی اللہ پاک کے رسول میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔ لیکن اس نمونے کا مشاہدہ وحی کے مواقع دیکھنا اور اسکی تاویل کو پہچاننا قابل اعتماد لوگوں سے توارث اور نقل پر مبنی ہے کیونکہ مذہب کا ثبوت توارث اور نقل کے بغیر نا ممکن ہے۔ اس لئے آنحضور نے ارشاد فرمایا ہے:

علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المہدیین اور نقل و توارث کا طریقہ اس طور پر اپنایا جا سکتا ہے۔ کہ اس معتمد طبقہ کے اسلاف و اخلاف کو عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاوے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس چیز کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: والملۃ انما تثبت بالنقل والتوارث ولا توارث الا بان یعظم الذین شاہدوا مواقع الوحی وعرفوا تاویلہ وشاہدوا سیرۃ النبیؐ ولم یخلطوا معہا تعمقاً ولا تهافتاً ولا ملۃ اخری۔ یعنی مذہب کا ثبوت نقل اور توارث سے ہوتا ہے۔ اور یہ جب ممکن ہے کہ ان لوگوں کی تعظیم دل میں ہو جنہوں نے نزول وحی اور اس کے مواقع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھا اور برتا اور اپنے دین کے ہر قسم کے غل و غش سے پاک صاف رکھا۔

یہی فکر و نظر اسلام اور غیر اسلام میں ایک حد فاصل اور خط متقاطع ہے۔ یہ اسلامی ثقافت ایک زندہ اور متحرک حقیقت ہے۔ اور عالم اسلام کے ہر زمان و مکان میں اپنا کردار ادا کرتی رہتی ہے۔ یہ حقیقت نہ تو مسجد کی چار دیواری تک محصور ہے، اور نہ کسی صوفی درویش کی خانقاہ تک، بلکہ یہ ثقافت تمام عملی ارکان اسلام کے لئے ایک روح ہے اور عالم اسلام کیلئے حیات۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس ثقافت کا نقطۂ آغاز ہے۔ ہر عمل میں اس نظریئے کو اپنایا جائے گا۔ اور اس کے ماتحت ہر قدم اٹھایا جائے گا۔ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس کے ماننے سے لازمی طور پر خوف و رجاء کا اثر پڑنے لگتا ہے۔ اور مسلمان کا ہر دم قدم نفس پرستی

(باقی صفحہ پر)